محرم الحرام ۱۴۳۷ھ نومبر ۲۰۱۵ء

بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

سانحہ منیٰ وحرم

دنیا کے گوشے گوشے سے ہر سال مسلمان عمرہ وحج کے لیے بیت اللہ میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں عمرہ کے سفر کا سلسلہ ایک دو ماہ کے وقفہ سے تقریباً پورا سال جاری رہتا ہے۔ اورحج کے لیے ذوالقعدہ سے حجاج کے قافلے سفر مقدس کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔ ہر سال تقریباً تیس لاکھ کے لگ بھگ مسلمان ۹؍ذوالحجہ کو میدان عرفات میں جمع ہوکر حج کا رکن اعظم وقوف عرفہ ادا کرتے ہیں۔ سعودیہ عربیہ حکومت کی بڑی محنت اور قربانی ہے کہ وہ ہر سال آنے والے حجاج اور زائرین کی خوراک اور رہائش وغیرہ کا اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کرتی ہے اور ہر طرح ان کو سہولت بہم پہنچاتی ہے اپنے تیئں وہ کسی مرحلہ پر بھی آنے والے حضرات کو تنہا نہیں چھوڑتی اکثر حج وعمرہ کے تمام مراحل بخیر وخوبی انجام پذیر ہوجاتے ہیں اور کوئی ناخوشگوار واقعہ عموماً پیش نہیں آتا جبکہ تمام تر انتظامات کے باوجود بحکم قضاء وقدر گاہے کسی حادثہ کی صورت بھی بن جاتی ہے۔ افسوس کہ اس مرتبہ دو المناک حادثوں سے حجاج کو دوچار ہونا پڑا۔

پہلا حادثہ طوفانی بارشوں کی وجہ سے حرم کی حدود میں کرین گرنے کی وجہ سے پیش آیا۔ اس حادثہ میں ۱۰۷؍افراد شہید اور دوسو سے زائد زخمی ہوئے شہداء میں پندرہ افراد پاکستانی بھی شامل ہیں۔

دوسرا حادثہ ۱۰؍ذوالحجہ کو منیٰ میں پیش آیا جس میں کئی سو افراد شہید ہوئے۔ پاکستان کے شہداء کی تعداد بھی اسی سے متجاوز ہے اس حادثہ کو زیادہ تر اتفاقی حادثہ قرار دیا جارہا ہے لیکن مختلف اخبار وحالات کے پیش نظر اسے خاص طبقہ کی سازش قرار دینے کے امکان کو بھی مسترد نہیں کیا جاسکتا تاہم تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے جب تک حقائق پر مشتمل کوئی قطعی

رپورٹ سامنے نہ آجائے اس سلسلہ میں کوئی حتمی بات کہنا مشکل ہے۔

یہ دونوں حادثے نہایت دردناک اورالمناک ہیں ان پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان ہر دو حادثات میں شہید ہونے والوں کی مغفرت فرمائیں اور درجات بلند فرمائیں ان کے پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں آمین۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کا تاریخی فیصلہ

حال ہی میں جمہوریہ پاکستان کے فاضل جج جناب جسٹس جوادایس خواجہ نے نے فل بینچ کی سربراہی کرتے ہوئے یہ تاریخ ساز فیصلہ کیا کہ اردوزبان ملک کی باقاعدہ سرکاری اوردفتری زبان ہوگی اس فیصلہ پر چیف جسٹس (ر) اوران کے رفقاء کار بجاطور پر مبارکباد کے مستحق ہیں پوری قوم انہیں اس تاریخ ساز فیصلہ پر مبارک باد پیش کرتی ہے اور ساتھ ہی ان کے لیے دعا گو بھی ہے۔

پاکستان کے آئین کے مطابق اردواسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی زبان ہے اور آئین میں اسے عدالتی دفتری اورسرکاری زبان بنانے کی ضمانت دی گئی ہے لیکن عرصہ دراز گزرنے کے باوجودعملاً ایسانہیں ہوسکا اب سپریم کورٹ پاکستان کے اس فیصلہ کے بعد توقع کی جاسکتی ہے کہ اردوکوقومی زبان قراردے دیاجائے گا اس فیصلہ پرعمل کا آغاز خود چیف جسٹس (ر) جوادایس خواجہ نے یہ فیصلہ اردو میں سنا کر کیا جو بڑی خوش آئند بات ہے۔مزید خوشی اس سے ہوئی کہ صدر پاکستان نے چیف جسٹس سے حلف اردو میں لیا، ادھر بین الاقوامی سطح پراس فیصلہ پرعمل درآمد کا آغاز اسلام آباد میں اسی روزامریکی سفارت خانہ نے اردوویب سائٹ جاری کر کے کیا۔

لیکن سرکاری دفاتر وغیرہ میں عملی طور پراردو کے نفاذ کے لیے ابھی بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں درج ذیل امورکی طرف بھرپورتوجہ مناسب رہے گی جسے ہم ماہنامہ نصرۃ العلوم کے شکریہ کے ساتھ نقل کررہے ہیں:

(۱)اس کے لیے محبّ وطن جماعتوں اداروں اور شخصیات کو مسلسل متحرک رہنا ہوگا۔اردو کے فروغ کے لیے کام کرنے والی تنظیموں کو عملدرآمد کی مرحلہ وار صورت حال پر نظر رکھنا ہوگی اورعوامی واخلاقی دباؤ کو ہرسطح پر قائم رکھنا ہوگا کیونکہ اس کے بغیر مطلوبہ نتائج (خدانخواستہ) حاصل نہیں ہوسکیں گے۔

(۲)انگریزی کے استعمال کی کثرت سے اردوزبان مسلسل متاثر ہوتی چلی آرہی ہے بہت سے انگریزی الفاظ محاورے اور جملے اردوزبان میں شامل ہوچکے ہیں اورآج کی اردوانگریزی کے ساتھ اس درجہ میں مکس ہوگئی ہے کہ بسااوقات اردواورانگریزی الفاظ میں فرق قائم رکھنا مشکل ہوجاتا ہے اس لیے اردو کے فروغ کے ساتھ ساتھ اردو کی تطہیر اور چھانٹی کی ضرورت ہے جس کے لیے تعلیمی اداروں اورصحافتی دنیا کو بطورخاص کردار ادا کرنا ہوگا۔

(۳)تعلیمی اداروں میں ہرسطح پراردو کی تعلیمی ضرورت اس فیصلے کے ساتھ بڑھ گئی ہے جس کے لیے قومی تعلیمی پالیسی کا مرکزاورصوبوں میں ازسرنواس جائزہ لیناضروری ہوگیا ہے کیونکہ محکمہائے تعلیم میں اس کے لیے ماحول بنانے اوراقدامات کرنے کے لیے جومحنت درکار ہے وہ اگر بروقت نہ کی گئی تواس فیصلے کی افادیت مجروح ہوسکتی ہے۔

(۴)دینی مدارس میں اردوزبان کی باقاعدہ تعلیم وتدریس کی طرف ہم ایک عرصہ سے توجہ دلاتے آئے ہیں۔امامت وخطابت، تحقیق وتصنیف، تدریس وتربیت اور ابلاغ وصحافت کے سب شعبوں میں ضرورت کے مطابق رجال کار کی فراہمی اور تیاری کے لیے معیاری اردو کی اہمیت کا انکارنہیں کیا جاسکتا اور یہ سب کچھ خودبخودنہیں ہوجائے گا اس کے لیے اردوزبان کی باقاعدہ تعلیم کا اہتمام کرنا ہوگا اور پھرتحریروتقریراورتصنیف وتحقیق کے مختلف پہلوؤں کی باقاعدہ مشق اورتربیت کو بھی نصاب ونظام کا حصہ بنانا ہوگا۔

(ماہنامہ نصرۃ العلوم اکتوبر ۲۰۱۵ء)

اردو زبان کے عملی طور پر نفاذ کے لیے یہ بہت اہم امور ہیں ان کی طرف اگر توجہ دی گئی تو امید ہے کہ اس زبان کو پذیرائی حاصل ہو جائے گی۔

انگریزی زبان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اس سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی ذی علم اس کے پڑھنے پڑھانے سے منع کرتا ہے لیکن پاکستان کی قومی زبان چونکہ اردو ہے اس لیے سرکاری دفاتر اور عام گفتگو میں اسے رائج کرنا یہ ہماری آئینی ذمہ داری ہے۔

افسوس! کہ اب اردو میں بھی انگریزی کے اتنے زیادہ الفاظ بھرتی کر دیے گئے ہیں کہ اسے برائے نام ہی اردو کہا جا سکتا ہے اس کا بھی سدباب ضروری ہے اور یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ ہم اپنی نجی گفتگو میں خالص اردو بولنے کا اہتمام کریں۔ قومی زبان کے فیصلے کے بعد قومی لباس شلوار اور قمیص کے فیصلے کی بھی ضرورت ہے تاکہ مسلمان قوم کا لباس بھی اس کی تہذیب وتمدن کا ترجمان ہو۔ واللہ الموفق

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۲۳/ذوالحجہ ۳۶ھ

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن عبداللہ بن عمروقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْرُجُ الدَّجَّالُ ، فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا ، أَوْ شَهْرًا ، أَوْ عَامًا ، فَيَبْعَثُ اللَّهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ، كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ فَيَطْلُبُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ فِي النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ ، إِلَّا قَبَضَتْهُ حَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتَّى تَقْبِضَهُ، قَالَ: فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا، وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا ، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ ، فَيَقُولُ :أَلَا تَسْتَحِيُونَ ، فَيَقُولُونَ: فَمَا تَأْمُرُنَا فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ ، وَهُمْ فِي ذَلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغَى لِيتًا وَرَفَعَ لِيتًا ، قَالَ وَأَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ : رَجُلٌ يَلُوطُ حَوْضَ إِبِلِهِ ،فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ،مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ، فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى ، فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ، ثُمَّ يُقَالُ :يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ،قِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ،فَيُقَالُ أَخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ، فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ كَمْ ، فَيُقَالُ :مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، قَالَ :فَذٰلِكَ يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا وَذَلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔(مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت سے پہلے) دجال کا خروج ہوگا اور وہ ٹھہرے گا چالیس تک۔(اس حدیث کو روایت کرنے والے صحابی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نہیں جانتا کہ

حضور کا مطلب چالیس سے چالیس دن تھے یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ آگے حدیث بیان کرتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو (اس دنیا میں) بھیجیں گے گویا کہ وہ عروہ بن مسعود ہیں (یعنی ان کی شکل وصورت عروہ بن مسعود ثقفی سے بہت ملتی جلتی ہوگی) وہ دجال کو تلاش کریں گے (اور اس کا تعاقب کریں گے اور اس کو پاکر) اس کا خاتمہ کردیں گے پھر (دجال کا خاتمہ کردینے کے بعد) سات سال تک وہ اس دنیا کے لوگوں میں اور ان کے ساتھ رہیں گے اور (ان کی برکت سے لوگوں میں ایسا اتحاد واتفاق ہوجائے گا کہ) دو آدمی بھی ایسے نہیں رہیں گے جن میں باہم عداوت اور دشمنی ہو پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے (ایک خاص قسم کی) ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس کا اثر یہ ہوگا کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی نیکی ہو۔ یا فرمایا کہ ذرہ برابر ایمان ہو (بہر حال اس ہوا سے تمام اہل ایمان اور اہل خیر ختم ہوجائیں گے) یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی پہاڑ کے اندر چلا جائے گا تو یہ ہوا وہیں پہنچ کے اس کا خاتمہ کرے گی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد صرف خراب آدمی ہی دنیا میں رہ جائیں گے (جن کے دل ایمان اور نیکی سے بالکل خالی ہوں گے) ان میں پرندوں والی تیزی اور پھرتی اور درندوں والا ذہن جمع ہوگا (اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ ان میں ظلم اور سفاکیت تو درندوں کی سی ہوگی اور اپنے ظالمانہ مقاصد اور اپنی ناپاک خواہشات کو پورا کرنے میں وہ ہلکے پھلکے برق رفتار پرندوں کی طرح تیز رو اور پھرتیلے ہوں گے) نیکی اور بھلائی سے وہ مانوس نہ ہوں گے اور برائی کو وہ برائی نہ سمجھیں گے (نہ اس کی مذمت کریں گے) پس شیطان ایک شکل بنا کر ان کے سامنے آئے گا اور ان سے کہے گا کیا تم شرم وحیاء نہیں کروگے وہ کہیں گے تم ہم کو کیا حکم دیتے ہو؟ (یعنی تم جو کہو وہ ہم کریں) پس شیطان انہیں بتوں کی پرستش کا حکم دے گا (اور وہ اس کا اتباع کریں گے) اور وہ اس حال میں ہوں گے کہ رزق کی افراط اور بارش ہوگی اور دنیوی زندگی بظاہر بڑی اچھی عیش ونشاط والی زندگی

ہوگی پھر صور پھونکا جائے گا پھر جو کوئی اس کو سنے گا اس کی جانب گردن ایک طرف کو جھک جائے گی اور ایک طرف کو اٹھ جائے گی (یعنی سر جسم پر سیدھا قائم نہ رہے گا بلکہ ادھر یا ادھر کو لٹک جائے گا جیسا کہ اس شخص کا حال ہوجاتا ہے جس پر اچانک کوئی ایسا دورہ پڑے جس سے اس کی رگ پٹھے بیکار اور بے جان ہوجائیں) اور سب سے پہلے جو شخص صور کی آواز کو سنے گا (اور جس پر سب سے پہلے اس کا اثر پڑے گا) وہ ایک آدمی ہوگا جو اپنے اونٹ کے حوض کو مٹی سے درست کر رہا ہوگا پس وہ بے ہوش اور بے جان ہوکر گر جائے گا (یعنی مر جائے گا) اور دوسرے سب لوگ بھی اسی طرح بے جان ہوکر گر جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ (ایک ہلکی سی) بارش بھیجے گا گویا کہ وہ شبنم ہے اس کے اثر سے انسانوں کے جسم میں روئیدگی آجائے گی پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ایک دم سب کے سب کھڑے ہوں گے دیکھتے ہوں گے پھر کہا جائے گا اے لوگو! اپنے مالک اور رب کی طرف چلو (اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) انہیں (حساب کے میدان میں) کھڑا کرو ان سے پوچھا جائے گا (اور ان کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا) پھر حکم ہوگا کہ ان میں سے دوزخ کی فوج نکالو عرض کیا جائے گا کہ کتنے میں سے کتنے؟ حکم ہوگا کہ ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ ہوگا وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کردے گا اور یہی ہے دن سخت مصیبت اور مشقت کا۔

(معارف الحدیث)

مرسلہ : بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع وترتیب: حضرت صوفی علی محمد قدس سرہ

O مجھ کو علم کے پڑھانے اور لکھانے کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت پر زیادہ نظر ہے کیونکہ پڑھنے لکھنے کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کو خیال بھی نہیں۔ مثلاً میں اس پر زیادہ نظر کرتا ہوں کہ کسی نے جماعت سے نماز پڑھی کسی نے نہیں پڑھی کیونکہ اول تو عذر کا احتمال ہے۔ دوسرے صرف فاعل کا حرج ہے کسی دوسرے کو اذیت نہیں بخلاف اس کے کہ کسی سے کوئی حرکت خلاف تہذیب سرزد ہو۔ اس کا اس لیے اچھی طرح تدارک کیا جاتا ہے کہ اس میں اوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

O بعد عصر فرمایا آج کل لوگ سوانح عمری لکھنے میں بے حد مبالغہ کرتے ہیں اور انہیں محبت کے جوش میں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم سے مبالغہ ہو رہا ہے اور ہم جھوٹ لکھ رہے ہیں اور بعض اوقات اپنے نفس کی آمیزش ہوتی ہے کہ ہم ایسے شخص کے مرید ہیں یا شاگرد ہیں یا کوئی اور تعلق دار ہیں گویا اپنی تعریف آپ کر رہے ہیں

ع مادح خورشید مداح خود است

O میری رائے یہ ہے کہ جب تک لڑکی پردے میں نہ بیٹھ جائے اس وقت تک اس کو ہرگز زیور نہ پہناؤ اور ویسے بھی باہر پھرنے والی بچی کو زیور پہنانا نہایت خطرناک ہے یہ اس کے ساتھ محبت نہیں بلکہ اس کی جان کے ساتھ عداوت ہے۔

O میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل مسلمان کو روپیہ پاس رکھنا چاہئے خالی ہاتھ نہ رہیں کیونکہ آج کل افلاس ہزاروں گناہوں کا دروازہ ہے۔ البتہ ایسا شخص مستثنیٰ ہے کہ جس کے ذمہ کسی کا حق نہ ہو اور خود متوکل اور مستغنی المزاج ہو۔ (اشرف المعمولات)

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقائد ونظریات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلاۃ: حدیث پاک میں تصریح ہے کہ حق تعالیٰ اہل حق کی ایک جماعت کو قیامت تک قائم رکھیں گے جو احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتی رہے گی۔ ہر دور میں حق تعالیٰ نے ایک جماعت ایسی قائم رکھی ماضی قریب اور دور حاضر میں اللہ جل شانہ نے یہ خدمت علماء دیوبند سے لی کہ ان کے دور میں جب بھی اور جس نام سے بھی کوئی فتنہ پیدا ہوا انہوں نے بروقت اس کی سرکوبی کی۔ ابھی چند سال قبل جب بعض حضرات نے اہل بدعت کی تائید کی اور اکابر علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کے مسلک ومشرب میں تحریف کی کوشش کی تو حق تعالیٰ نے بروقت اکابر علماء دیوبند کو اس فتنہ کی سرکوبی اور احیاء مسلک حق کی توفیق عطا فرمائی چنانچہ باطل افکار ونظریات اور بدعتی عقائد کی ترجمان کتاب ''مفاھیم یجب ان تصحح'' مؤلفہ علوی مالکی کا ترجمہ اصلاح مفاہیم کے نام سے جب شائع کیا گیا تو اکابر نے بروقت اس کی تردید کی اور کئی مضامین اس کے خلاف شائع کر کے عوام وخواص کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا اسی طرح جب اکابر کے مسلک ومشرب کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہم نے اسی عنوان پر رسالہ لکھ کر شائع کیا اس کا بھی بروقت تعاقب ہوا اور حضرات اکابر نے اس کے خلاف مضامین ومقالات لکھ کر شائع کئے۔ حضرت والد ماجد یادگار اسلاف ترجمان مسلک علماء دیوبند حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی نوراللہ مرقدہ نے بھی ہر دو موضوع پر مضامین تحریر فرمائے جو بروقت شائع ہوئے جزاھم اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

اب ضرورت تھی کہ مسلک حق کے تحفظ اور احقاق حق وابطال باطل کے فریضہ کی

ادائیگی کے لیے ان تمام مضامین ومقالات کو یکجا شائع کیا جائے یہ خدمت حق تعالیٰ نے ہمارے مکرم ومحترم مولانا عبدالرحیم چاریاری سے لی کہ انہوں نے مختلف عنوانات کے تحت ان مقالات کو جمع کر دیا ہے حق تعالیٰ اس خدت کو قبول فرمائے انہیں جزائے خیر دے اور گم گشتگان راہ ہدایت کے لیے ان کو موجب ہدایت بنائیں آمین۔

کتاب ''اصلاح مفاھیم'' اور رسالہ ''مسلک ومشرب سے متعلق کئے گئے سوالات کے جواب کے طور پر احقر نے ۱۴۲۱ھ میں ایک مفصل فتویٰ تحریر کیا تھا اس پر حضرت والدگرامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق فرمائی تھی وہ بھی ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

رسالہ ''مسلک ومشرب'' اور ''اصلاح مفاھیم'' سے متعلق ایک اہم فتوی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے خلفاء میں سے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب اور حضرت صوفی محمد اقبال صاحب، اور حضرت پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب، اور ان کے متبعین اور خلفائے کرام نے چند ایسے عقائد اختیار کیے ہیں، جو علماء دیوبند کے مسلمہ عقائد ونظریات کے خلاف ہیں۔

مثلا مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے اپنی کتاب: اکابر کا مسلک ومشرب میں لکھا ہے کہ:

حاجی امداداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ، چونکہ میلاد شریف، فاتحہ خوانی، عرس وغیرہ اور بعض دیگر اعتقادی مسائل مختلف فیہا کو شرک وبدعت نہیں مانتے۔ اس لیے ان سب کو برداشت کر لینا چاہیئے۔

۲ : حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے اکابر علماء دیوبند کی طرف عرس وغیرہ کرنے کی نسبت کی ہے، اور حضرت صوفی محمد اقبال صاحب نے بریلوی عالم دین محمد بن

علوی کی کتاب : مفاہیم کو تصدیق وتصویب کے ساتھ اپنے خلیفہ انس احمد کے ذریعہ سے اردو ترجمہ کے ساتھ اصلاح مفاہیم کے نام سے شائع کرایا ہے۔ جس میں درج کیے گئے عقائد ونظریات میں سے چند یہ ہیں:

۱ : بلا وسیلہ براہ راست انبیاء کرام اور اولیاء کرام سے اس طرح دعا کرنا جائز ہے کہ: یا رسول اللہ میرا فلاں کام کر دے، یا رسول، میری بینائی لوٹا دے۔ یا رسول مجھے شفا بخش دے، میرا دین ادا کر دے۔

۲ : اس کتاب مفاہیم میں ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام سے اس طرح براہ راست بیٹا، پوتا، رزق صحت وغیرہ مانگنا درست ہے۔ اور اسے شرک قرار دینا باطل ہے۔

۳ : مفاہیم میں ہے کہ ایسی چیز کو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے براہ راست مانگنا جائز ہے، جو بندے کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہیں۔ بلکہ جس کا عطا کرنا صرف اللہ تعالی ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جیسے مہلک بیماریوں سے شفا دینا، بارش برسانا وغیرہ ذلک۔ ان عقائد اور نظریات کے اختیار کرنے کی وجہ سے محققین علماء دیوبند اور مفتیان کرام نے حضرت صوفی محمد اقبال اور پیر عزیز الرحمٰن صاحب پر جرح فرمائی ہے، اور رجوع پر توجہ دلائی ہے، لیکن صوفی محمد اقبال صاحب نے رجوع نہیں کیا، نہ ہی پیر عزیز الرحمٰن صاحب نے رجوع کیا ہے۔ اور یہ حضرات اور ان کے متبعین آج بھی ان عقائد ونظریات پر قائم ہیں، اور حتی الوسع ان عقائد ونظریات کو جائز قرار دینے کی کوشش میں ہیں، آیا اس حالت میں صوفی محمد اقبال صاحب کے خلفاء میں سے کسی کی یا مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی بیعت کر چکا ہے یا کر لیتا ہے تو کیا اس کو ایسی بیعت باقی رکھنی چاہیئے یا ختم کر دینی چاہیئے۔

المستفتی: محمد افضل جھنگوی

معرفت مولوی عبد الغنی صاحب مدرس جامعہ محمودیہ جھنگ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

الجواب: حضرت اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالی کا مسلک اور ان کے عقائد ونظریات بالکل وہی ہیں، جو ناجی طائفہ اہل سنت والجماعت کے ہیں، اور اہل سنت والجماعت کے عقائد ونظریات قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں فقہ حنفی میں بھی اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کی گئی ہے۔ دیوبند کے اکابر مشائخ سب کے سب اہل سنت والجماعت حنفی ہیں، یہ حضرات فروع میں حضرت امام ابوحنیفہ اور اصول واعتقادیات میں حضرت ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور حضرت ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔ اسی طرح طریقت میں صوفیائے کرام کے مشہور چار طرق نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ کے ساتھ ان کو مکمل انتساب حاصل ہے۔ غرضیکہ یہ حضرات شریعت وطریقت کے جامع اور وقت کے جید علماء ربانی اور کامل اولیاء ہیں۔ سنت کے انتہائی درجہ متبع اور بدعت وشرک کے قاطع ہیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے سلسلہ میں ان کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ دین کے بارہ میں کوئی بات ایسی نہیں فرماتے جس پر قرآن کریم یا سنت، اجماع امت یا کسی امام کا قول ان کے پاس نہ ہو۔

ان کے عقائد کی متفقہ دستاویز: المہند علی المفند ، کی درج ذیل عبارت سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے۔

چنانچہ شیخ المحدثین حضرت علامہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ، المہند کی تمہید میں ارقام فرماتے ہیں:

انا بحمد الله ، ومشايخنا رضوان الله عليهم اجمعين وجميع طائفتنا وجماعتنا مقلدون لقدوة الانام ، وذروة الاسلام ، امام الهمام، الامام الاعظم ابى حنيفة النعمان رضى الله عنه فى الفروع ومتبعون للامام الهمام ابى الحسن الاشعرى والامام الهمام ابى منصور الماتريدى رضى الله عنهما فى

الاعتقاد والاصول. ومنتسبون من طرق الصوفية الى الطريقة العلية المنوية الى السادة النقشبندية والطريقة الزكية المنسوبة الى السادة الچشتية والى الطريقة البهية المنسوبة الى السادة القادرية والى الطريقة المرضية المنسوبة الى السادة السهروردية ، رضى الله عنهم اجمعين، ثم ثانيا انا لا نتكلم بكلام ولا نقول قولا فى الدين الا وعليه عندنا دليل من الكتا ب او السنة او اجماع الامة اوقول من ائمة المذهب ...الخ ص۳۰۔

فقہ حنفی کی بعض کتب میں بدعات کی صراحۃ تردید ہے۔اسی طرح اکابر علماء دیوبند نے بھی محفل میلاد اور عرس وغیرہ کو بدعت قرار دیا ہے۔جیسا کہ حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ کی تذکرۃ الرشید اور حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی البراہین القاطعہ اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے مواعظ میلاد، نیز اصلاح الرسوم، امداد الفتاوی وغیرہ دیکھنے سے واضح ہے۔سوال میں مذکور عقائد ونظریات یقیناً غلط ہیں۔علماء دیوبند نے اپنی کتب میں ان کی تردید فرمائی ہے۔رسالہ: مسلک ومشرب پر تحقیقی نظر، میں اس کی تفصیل قابل ملاحظہ ہے۔اسی طرح کتاب اصلاح مفاہیم میں جو عقائد درج کیے گئے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہیں، ان کی تردید بھی حضرت والد ماجد صاحب یادگار اسلاف ترجمان مسلک علماء دیوبند حضرت اقدس مفتی عبدالشکور ترمذی مدظلہم کے مضمون اصلاح مفاہیم پر تحقیق نظر میں موجود ہے۔اہل علم تفصیل کے لیے اس کا مطالعہ فرمائیں۔حضرت مدظلہم کا یہ مضمون ماہنامہ حق چاریا میں طبع ہو چکا ہے۔علاوہ ازیں ماہنامہ الخیر ملتان میں بھی ان نظریات پر سیر حاصل تبصرہ اور تنقید طبع ہوچکی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اہل حق اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالی کے یہ عقائد نہیں ہیں۔ان میں بعض چیزیں بدعت اور بعض بدعت سے بھی بڑھ کر ہیں۔جن حضرت کے یہ عقائد ہیں وہ اس بارہ میں یقیناً علماء دیوبند کے مسلک ومشرب سے ہٹے ہوئے ہیں اور اہل بدعت

کے ترجمان ہیں۔اگر وہ اپنے آپ کو دیوبندی کہلوانا چاہتے ہیں تو پھر انہیں اس سلسلہ میں علماء دیوبند کے مسلک کو جو ان کی مذکورہ بالا کتب میں درج ہیں، ماننا پڑے گا۔اور بدعت کی ترجمانی چھوڑ کر ان عقائد ونظریات سے برائت کا اعلان بھی کرنا ہوگا۔اگر انہیں یہ منظور نہیں ہے تو پھر دیوبندی کہلوانے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔

شیخ طریقت کے لیے ضروری ہے کہ وہ شریعت کا متبع اور سنت پر چلنیوالا ہو۔خود بھی کامل ہو اور دوسروں کی بھی صحیح راہنمائی کرسکتا ہو، نہ یہ کہ بدعات کا ترجمان اور اہل بدعت سے منسلک ہو۔اس لیے اگر کوئی شخص بدعتی پیر سے بیعت کرلے، تو اس کو بیعت کا توڑنا واجب ہے۔اسی طرح بدعتی کو شیخ بنانا بھی جائز نہیں۔کما قال الشیخ سعدی آنکہ خویشتن گم است، کرا راہبری کند، شیخ کامل کی شرائط وعلامات میں سے یہ بھی ہے کہ: اس کے اعمال وعقائد میں فساد نہ ہو۔

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:
چونکہ بدون علامت تلاش ممکن نہیں، اس لیے اس مقام پر شیخ کامل کے شرائط وعلامات مرقوم ہوتے ہیں۔اول: علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو۔خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے۔تا فساد عقائد واعمال سے محفوظ رہے۔اور طالبین کو بھی محفوظ رکھ سکے، ورنہ مصداق: اوخویشتن گم است کہ راہبری کند، کا ہوگا۔(تعلیم الدین ج۱ ، ص ۶۰)۔

نیز شیخ الطائفہ حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے اور اسی طرح جو درویشوں کا منکر ہو، اس سے نیز بدعتی سے دور دور رہے۔اور ایسے درویش سے کہ جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو، دور رہے۔الخ.(ضیاء القلوب بحوالہ قصد السبیل ص۳۶)۔

حضرت شیخ الطائفہ نور اللہ مرقدہ بدعتی اور سنت کے خلاف پیر سے نہایت تاکید کے ساتھ دور رہنے کی ہدایت فرما رہے ہیں، جو حضرات اپنی بدعات کے جواز کے لے

حضرت حاجی صاحب کا سہارا لیتے ہیں، یہ ارشاد ان کے لیے سرمہٗ بصیرت ہے۔

حضرت اقدس گنگوہی اور حضرت اقدس تھانوی قدس سرہما حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے مسلک کی شرح اور وضاحت فرما چکے ہیں، اس لیے ان عقائد ونظریات اور رسومات کو حضرت رحمہ اللہ کے نام سے جائز قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ وفی ہذا کفایۃ لمن لہ درایۃ۔ واللہ ولی التوفیق والہدایہ

سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۱۴۲۱/۶/۲ھ

تصدیق فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله خاتم المرسلين ، وعلى آله واصحابه اجمعين۔

بعدہ: عرض آنکہ اس زمانہ میں شر وفساد اور شیوع بدعات ومحدثات میں سنت پر عمل کرنا بہت بڑا جہاد ہے۔ اور بدعات کو سنتوں سے ممتاز کرنا بہت بڑا کارثواب ہے۔ علماء کرام کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اس سلسہ میں حضرات اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کی یہ خاص امتیازی شان ہے کہ، وہ ادنی درجہ کی بدعات سے بچنے کے ساتھ دوسروں کو بچنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اور جن امور میں شائبہ شرک ہو، اس سے تو بہت ہی دور رہنے کو ضروری خیال فرماتے ہیں۔ ان حضرات کی کتابیں آج کل کی بدعات ورسومات اور شرکیات کے رد میں موجود ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔ اس جواب میں بھی محض کتابوں کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالی نے ان بدعات کی ہمیشہ تردید فرمائی ہے۔ ان پر عمل کبھی نہیں فرمایا۔

آخر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالی نے بھی کبھی تمام عمر میں مروجہ مولود وغیرہ بدعات پر عمل نہیں فرمایا: اور سوال میں جن کلمات سے شرک کی

بوآتی ہے، ان کے اختیار کرنے کا تو وسوسہ بھی ان حضرات کی طرف کرنا جائز نہیں ہے۔

احقر نے اس فتوی کو حرفا حرفا غور سے پڑھا ہے۔ علماء دیوبند کی ترجمانی اس فتوی میں کی گئی ہے۔ اور علماء احناف رحمہم اللہ تعالی کے قواعد فقہیہ کے بھی یہ فتوی موافق ہے۔ اللہ تعالی عمل کی توفیق عطا فرمائیں، اور ہم سب کو سنت پر عمل کرنے اور بدعات سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط : واللہ اعلم

سید عبد الشکور ترمذی، عفی عنہ

جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا

۱۴۲۱/۶/۴ھ

احقر نے یہ فتویٰ پندرہ سال قبل تحریر کیا تھا متعلقہ موضوع پر اس عرصہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے چونکہ اب یہ سارا مواد ایک جگہ جمع کیا جا رہا ہے اس لیے احقر نے مناسب سمجھا کہ اس فتویٰ کو بھی اس مجموعہ میں شائع کر دیا جائے اس لیے احقر کے مجموعہ فتاویٰ ''امداد المستفتین '' سے اسے یہاں نقل کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نافع اور مفید بنائیں وماذٰ لک علی اللہ بعزیز۔ فقط

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۲۰/ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ/۵/اکتوبر ۲۰۱۵

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

اصلاحی مکاتیب (قسط ۴)

حال: جب کبھی اپنی دوکان کے بارہ میں بطور شکر اور احسان کے یہ بات میرے منہ سے نکل جاتی ہے کہ اتنی اتنی رقم بھی ہو جاتی ہے تو دوسرے تیسرے دن ہی آمدن میں کمی واقع شروع ہو جاتی ہے

ارشاد: شاید یہ بات بطور اظہار نعمت کے نہ ہوتی ہو یا اس میں کمی ہوتی ہو اس کا تدارک استغفار سے ہو جاتا ہے۔

حال: اور جب اللہ کے دربار میں عاجزی کے ساتھ توبہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ پھر فراخی عطا فرما دیتے ہیں شکر کے متعلق واما بنعمة ربك فحد ث اور ولئن شکر تم لا زیدنکم ہے تو پھر ایسا کیوں ہوتا ہے۔

ارشاد: تحدث بالنعمۃ اور فخر میں فرق باریک ہے ہوسکتا ہے تحدث بالنعمۃ جس کو سمجھا گیا ہو اس میں فخر کی آمیزش ہو جاتی ہو اور اس کا علم نہ ہوتا ہو۔

حال: تمام معمولات باقاعدگی سے ادا ہو رہے ہیں تفکرات کی وجہ سے ذہنی توجہ بالکل نہیں ہوتی۔

ارشاد: کچھ حرج نہیں اسی طرح کام کرتے رہیں۔

حال: کچھ رقم کراچی کی کمپنی میں پھنس گئی اس کے متعلق فکرمندی رہتی ہے یہ فکرمندی حب مال تو نہیں اگر حب مال ہے تو براہ کرم اس کا علاج فرمائیں اور دعا بھی۔

ارشاد: فکر کی جگہ دعا اور جائز تدبیر کرتے رہیں یہ حب مال نہیں اگر جائز حد تک ہو میں بھی دعا کرتا ہوں۔

حال: شاید یہ دینی کمزوری ہے یا شیطانی وسوسہ ہے کہ ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے

کہ زکوٰۃ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے دینی فریضہ ہے اوراس کی ادائیگی میں بالکل آسانی ہونی چاہیئے جو بلاتکلف ہو

ارشاد: نماز بھی فریضہ ہے مگر بعض اوقات اس میں تکلف ہوتا ہے اس پر اجر ملتا ہے۔

حال: خود بھی اور دوسروں کو بھی تفویض کی تعریف اوراس پر قائم رہنا کہتا رہتا ہوں مگر آج کل خود کی یہ حالت ہے کہ کسی وقت بھی چین نہیں آتا۔

ارشاد: غیراختیار طبعی بات ہے تفویض کے خلاف نہیں ہے۔

حال: اصل بات یہ ہے پچھلے دنوں میرے لڑکے نے انٹرویو دیا تھا غیر سرکاری طور پر معتبر ذرائع سے کامیابی کی خبر مل گئی تھی مگر سفارشی آدمی کو کامیاب قرار دے دیا گیا جس سے دل پر بڑا اثر ہے۔

ارشاد: دل پر اثر ہونا چاہیئے تھا یہ طبعی بات ہے مگر عقلاً یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ اس میں بھی ضرور کوئی حکمت ہے جس کا ہمیں ادراک نہیں ہے بار بار اس کا استحضار ہی اس طبعی اثر کے کم کرنے کا علاج ہے۔

حال: رات کو دس بجے دوکان سے فارغ ہوکر گھر جاتا ہوں گیارہ بجے اگر مہمان وغیرہ آئے ہوں تو ساڑھے بارہ بجے رات کو سوکر پھر ساڑھے تین بجے رات کو اٹھتا ہوں آرام بہت کم ملتا ہے۔

ارشاد: واقعی آرام کم ملتا ہے کم از کم چھ گھنٹے نیند کے ہونے چاہئیں۔

حال: بعض وقت طبیعت بہت اکتا جاتی ہے اور وظائف بوجھ محسوس ہوتے ہیں طبیعت پر بوجھ محسوس ہونے سے میرے ثواب میں تو فرق نہیں آتا یا احقر گنہگار تو نہیں ہوتا۔

ارشاد: نہیں۔

حال: تمام نمازیں جماعت سے ادا کرتا ہوں مگر صبح کی نماز کیلئے بڑی دشواری ہوتی ہے تیسری منزل پر قیام ہے سیڑھیاں اترنا چڑھنا بہت مشکل ہے گھٹنوں میں درد اور نکاہت کافی ہے سانس پھول جاتا ہے۔

ارشاد: جب تک برداشت ہو سکے برداشت کریں اور ہمت سے کام لیں جب ہمت جواب دیدے تو گھر پر جماعت کا انتظام کریں۔

حال: تمام معمولات پورے کر رہا ہوں ایک دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ کوشش کے باوجود جماعت جاتی رہی جس کا مجھے بہت قلق ہوا۔

ارشاد: کوشش کے باوجود عمل نہ ہو سکے اس کا ثواب ان شاءاللہ مل جائے گا اور قلق سے بھی ثواب ملے گا۔

حال: رات ایک خواب دیکھا کہ ایک بزرگ بڑی شفقت کے ساتھ حمائل شریف جس پر اچھا سا غلاف ہے مجھے دے رہے ہیں اور میں خواب میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہ بزرگ حضور ﷺ ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی چونکہ اس خواب کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہے اس لئے احقر اس کو بڑی سعادت اور خوش قسمتی خیال کرتا ہے۔

ارشاد: ٹھیک ہے یہ خوش قسمتی اور سعادت کی بات ہے شاید قرآن کریم کے عطا فرمانے میں اس کی تلاوت کی طرف توجہ دلانا مقصود ہو، واللہ اعلم۔

حال: میرے لڑکے نے حج کیلئے درخواست دی تھی مگر قرعہ اندازی میں نہیں آئی بڑا صدمہ ہوا ہے اس کیلئے دعا بھی فرمائیں۔

ارشاد: یہ ثواب الگ مل گیا اور وقت پر حج بھی ہوجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ دعا بھی کرتا ہوں۔

حال: ویسے بھی آج کل سب گھر کے افراد بڑے پریشان ہیں کہ میرا لڑکا جو کوئی بھی خواہش اور تمنا کرتا ہے تقریباً مایوسی ہوتی ہے حالانکہ اسے عمر بھر کبھی مایوسی نہیں ہوئی تھی۔

ارشاد: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اس میں بھی حکمتیں ہیں ان کا استحضار کر کے اطمینان حاصل کرنا ضروری ہے کہ اس طرح اس ناکامی میں بھی کامیابی کا پہلو موجود ہے باقی طبعی طور پر رنج ہوتا ہی ہے اس کو حدود پر رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حال: یہ بات ذہن میں ہے کہ جب والد صاحب نسبت ہو تو ان کی اولاد کو اپنے والد کے ہوتے ہوئے دوسرے شیخ کی اطاعت یا ضرورت کیسے ہے۔

ارشاد: بعض مرتبہ اصلاح کیلئے روک ٹوک کی ضرورت ہوتی ہے وہ دوسرے شیخ سے حاصل ہوتی ہے یا دوسرے سے مناسبت زیادہ ہوتی ہے۔

حال: حتی الوسع جہاں تک ہو سکے نظریں نیچی رکھتا ہوں مگر پھر بھی اچانک نظر عورتوں پر پڑتی ہے۔

ارشاد: اچانک نظر معاف جبکہ نظر پھیر لی جائے۔

حال: صحبت شیخ کی حیثیت دین اسلام میں کیا ہے۔

ارشاد: مفید اور باعث برکت ہے مگر شرط لازم نہیں تمام حالات کو سامنے رکھ کر اس کا ارادہ کرنا چاہئے ہمارے حضرت رحمہ اللہ کا بھی یہی طریقہ تھا ہر شخص کے حالات کا جائزہ لے کر اس کی اجازت دیتے تھے۔

حال: کیا ہر مسلمان کو شیخ کی صحبت میں چالیس دن ضرور لگانا چاہئے ورنہ اصلاح کامل نہ ہوگی۔

ارشاد: نہیں، ضروری نہیں مفید ہے اگر جمعیت خاطر کے ساتھ ہو اور ہر شخص کے حالات جدا ہوتے ہیں۔

حال: اصلاح کامل سے کیا مراد ہے۔

ارشاد: اصلاح سے مراد ہے ظاہر و باطن کی اصلاح یعنی شریعت کی کامل اتباع پر مداومت اور ہمیشگی حاصل ہو جائے۔

حال: شیخ کے مقابلہ میں دیندار والدین کی کیا حیثیت ہے۔

ارشاد: زیادہ قابل لحاظ ہے۔

حال: کیا متعلقین شیخ کو والدین سے افضل سمجھنا اور ان کو فوقیت دینا بوجہ غلبہ محبت اور

عقیدت کے ہوگو اس کے غیر اختیاری درجہ پر ہو صحیح ہے۔

ارشاد: عقیدۃً تو فوقیت والدین کو ہی ہونی چاہئے مگر غلبہ محبت میں کبھی اس پر نظر نہیں رہتی اور مغلوبیت ہو جاتی ہے۔

حال: کیا اپنے شیخ کو معصوم عن الخطاء سمجھنا اور ماننا سالک کیلئے ضروری ہے۔

ارشاد: حسن ظن رکھنا ضروری ہے معصوم نہیں۔

حال: فناء فی الشیخ سے کیا مراد ہے اس سے والدین کے حقوق کی ادائیگی میں فرق تو نہیں پڑتا۔

ارشاد: فناء فی الشیخ سے مراد یہ ہے کہ اس کے معاملات میں اعتراض دل میں پیدا نہ ہو اور اپنی مرضی کو اس کی مرضی میں فنا کر دیا جائے مگر کسی کے حق واجب میں فرق نہیں آنا چاہئے اور نہ ہی کسی کو تکلیف دینی چاہئے۔

حال: یہ خادم ۱۹۵۱ء میں رخصت لے کر گھر آ رہا تھا کہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب لاہور کی خدمت میں لکھ کر اجازت طلب کی کہ میں گھر رخصت پر آ رہا ہوں اگر اجازت ہو تو آپ کیلئے ایک سیر بادام لیتا آؤں تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے تین سوال کئے (۱) تنخواہ کتنی ہے (۲) قرضہ کتنا ہے (۳) والدین کو کتنا ماہانہ بھیجتے ہو، احقر نے سب صاف صاف عرض کر دیا تو حضرت مفتی صاحب نے مجھے صرف دو (۲) روپے کے لانے کیلئے فرمایا جبکہ اس وقت بادام کی قیمت غالباً آٹھ (۸) روپے سیر تھی جب پیش کئے تو حضرت نے بھری مجلس میں تعریف فرمائی جس سے مجھے از حد خوشی بھی ہوئی اور ساتھ ساتھ شرمندگی بھی کہ کیا چیز تھی جس کی حضرت نے اتنی میری دل افزائی فرمائی۔

ارشاد: آپ پر ٹھیک اثر ہوا ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔

حال: بعض دفعہ یہ خیال آتا ہے کہ مجھے اپنی فکر کرنی چاہئے اور اپنے دین کی فکر کرنی چاہئے نماز روزہ کرتے جاؤ اور اصلاح ہوتی جاوے بس مجھے اتنا کافی ہے۔

ارشاد: اپنی فکر کے ساتھ دوسروں کے دین کی فکر بھی ہونی چاہئے۔

حال: اپنے آپ کو مٹانے سے کیا مراد ہے اور یہ کہ اس نے اپنے آپ کو بالکل فنا کر دیا ہے اور مٹا دیا ہے اس سے کیا مطلب اخذ کرنا چاہئے۔

ارشاد: مطلب یہ ہے کہ حق بات کے تسلیم کرنے سے عار نہیں کرتے سر جھکا دیتے ہیں۔

حال: معاشرہ میں رہنے سہنے کیلئے فنا سے کیا مراد ہے اپنے حقوق کے معاملہ میں کیا معاملہ کرنا چاہئے

ارشاد: اپنے حقوق طلب کرنا فنا کے خلاف نہیں ہے۔

حال: جب دوکان سے کچھ اچھے پیسے آ جاتے ہیں تو تمام معمولات میں دل بھی خوب لگتا ہے اور اگر تھوڑے پیسے آتے ہیں تو معمولات میں دل لگنا تو در کنار بلکہ طبیعت میں انقباض اور گھٹن سی محسوس ہوتی ہے اور دل میں مزید تشویش ہوتی ہے اور اپنے آپ پر غصہ بھی آتا ہے۔

ارشاد: یہ طبعی بات ہے اس کا خیال نہ کیا جائے انقباض کے باوجود معمولات پوری طرح ادا کرنے کی کوشش کی جانی ضروری ہے زیادہ غصہ کی بھی ضرورت نہیں بس بے فکری کے ساتھ اپنے معمولات پورے کر لئے۔

حال: بعض وقت دل کو سمجھاتا ہوں کہ تمام کائنات اللہ جل شانہ کی مشیت اور مرضی سے چل رہی ہے اگر اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہیں تو اس کی رضا میں ہمیں بھی راضی رہنا چاہئے۔

ارشاد: اس کی رضا پر راضی رہنا چاہئے مگر حکم شرعی کے خلاف پر نکیر بھی ضروری ہے۔

حال: نماز میں بعض اوقات ایسا ڈوب جاتا ہوں کہ جس سے شک ہو جاتا ہے کہ شاید میری نماز ہوئی بھی ہے یا نہیں۔

ارشاد: شک نہ کریں پھر زیادہ شک ہوگا۔

حال: احقر نے آج کتاب امدادالسلوک میں پڑھا ہے کہ سالک کینہ کو سانپ کی شکل میں خواب میں دیکھتا ہے۔ اکثر مجھے خواب میں سانپ نظر آتے ہیں اور کئی دفعہ ان کو مار دیتا ہوں جہاں تک خیال ہے کہ کسی نے ڈسا نہیں اس سے خیال ہوتا ہے کہ مجھ میں کینہ ہے۔

ارشاد: جب تک عمل کینہ کے موافق نہ ہو کچھ خوف نہ کریں۔

حال: اس کا کیسے علاج کروں ارشاد فرماویں۔

ارشاد: جس سے کینہ کا شبہ ہے اس سے احسان کا برتاؤ کیا جائے۔

حال: حقوق العباد ایک بڑی اہم بات ہے اوروں کے معاملات تو درکنار بیوی کے ساتھ کئی معاملات میں الجھن ہو جاتی ہے۔

ارشاد: چشم پوشی سے ہی کام چلتا ہے دونوں طرف ہی ہونی چاہئے۔

حال: بعض دفعہ بیوی کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے کہ میرا دل جل جاتا ہے۔

ارشاد: برداشت ہی اس کا علاج ہے اسی میں خیر اور انجام کار راحت ہے۔

حال: میری کوشش کے باوجود بھی بیوی خوش نہیں رہتی اور زبان سے بھی کہتی کہ میری ساری زندگی مصیبت میں گذری ہے۔

ارشاد: یہ طبعی بات ہے حدیث میں بھی عورتوں کے متعلق ایسا ہی آیا ہے تا کہ مردوں کو برداشت کرنا آسان ہو۔

حال: ان الفاظ سے بڑی کوفت ہوتی ہے آپ براہ کرم یہ ارشاد فرمائیں کہ میں کیسا کروں کہ جس سے دنیا میں سکون والی زندگی گذرے اور آخرت میں بھی امن میں رہوں اور بیوی کے حقوق میں مجھ سے کسی قسم کا مواخذہ نہ ہو جب کوئی بات ہو جاتی ہے تو اس وقت ذہن میں ایسی ایسی باتیں آتی ہیں جن کو میں بیان نہیں کر سکتا علاج فرماویں از حد آپ کی شفقت اور مہربانی ہوگی۔

ارشاد: یہ دنیا جائے سکون نہیں ہے اس میں سکون تلاش نہیں کرنا چاہئے اسی طرح یہ زندگی گذر جائے آخرت کا سکون اللہ کرے نصیب ہو اپنی کوشش کے بعد بے فکر ہو جانا چاہئے ان شاء اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ ہوگا بقدر وسعت ہی انسان مکلّف ہے اپنی وسعت کے موافق حقوق کی ادائیگی کے بعد پھر کیوں فکر کیا جائے باقی ہر حال میں کرتے رہیں یہی علاج ہے جو لکھ دیا ہے اس کو بار بار پڑھتے رہیں آپ کی پریشانی کو دیکھ کر فوری جواب لکھ دیا ہے آج ہی آپ کا خط ملا ہے (جاری...)

مرتبہ: سید عمیر شاہ بخاری

مکتوبات حضرت ترمذی قدس سرہ (قسط۱)

بنام قاری حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری زید مجدہ

ایک عرصہ سے خیال تھا کہ ماہنامہ ''الحقانیہ'' میں حضرت فقیہ العصر یادگار سلف حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ کے مکتوبات کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جائے چنانچہ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کے شمارہ سے اس کا آغاز کیا جارہا ہے اس میں سب سے پہلے ان مکاتیب کو شائع کیا جارہا ہے جو حضرت ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص متوسل جناب قاری حافظ محمد اکبر شاہ بخاری زید مجدہم کو تحریر فرمائے ہیں۔ ادارہ موصوف کا ممنون ہے کہ انہوں نے حضرت ترمذی قدس سرہ کے مکتوبات کی نہ صرف نقل بلکہ اصل مکتوبات کی فوٹو کاپی بھی ارسال کی جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ قارئین سے التماس ہے کہ جن حضرات کے پاس حضرت کے خطوط ہوں وہ ادارہ کو بھجوادیں تاکہ ان کو بھی افادہ عام کے لیے شائع کردیا جائے' شکریہ۔ (ادارہ)

فقیہ العصر سید العلماء رأس الاتقیاء حضرت اقدس مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ میرے والد ماجد حضرت حافظ قاری سید محمد اکبر شاہ بخاری مدظلہم کے شیخ مربی محسن مشفق اور مہربان بزرگ تھے۔ والد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے بے پناہ عقیدت و محبت مثالی رہی ہے۔ ۱۹۷۲ء سے غالباً حضرت اقدس مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ سے میرے والد صاحب کا تعلق قائم ہوا اور حضرت اقدس قبلہ ترمذی صاحب سے ان کے آخر دم تک مسلسل یہ رابطہ و تعلق قائم رہا۔ حضرت قدس سرہ کو بھی والد صاحب سے بڑی محبت و شفقت رہی اور والد صاحب کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی' خلوص دل سے دعائیں فرماتے رہے اور والد صاحب کی ہر فرمائش پر حضرت قدس سرہ نے محبت و شفقت فرمائی اور متعدد مضامین والد صاحب کی درخواست پر انہوں نے قلمبند فرما کر والد صاحب کو ارسال

فرمائے۔ کئی تصانیف پر حضرت قدس سرہ نے تقریظات وتأثرات تحریر فرمائے۔

والد صاحب مدظلہم نے حضرت سے اصلاحی تعلق قائم رکھا۔ حضرت رحمہ اللہ نے والد صاحب کو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے دست حق پرست پر والد صاحب کی خواہش اور درخواست پر بیعت کا شرف حاصل کروایا اور والد صاحب کی حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ سے بھی خط وکتابت کی سعادت نصیب رہی۔ بہت سے خطوط والد صاحب نے حضرت قبلہ ترمذی رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال کیے۔ حضرت نے ہر خط کا جواب تحریر فرمایا ان میں سے چند خطوط یہاں درج کیے جاتے ہیں تا کہ شیخ و مرید کے اتنے گہرے تعلقات اور حضرت کی شفقت ومحبت کا اندازہ لگایا جا سکے اور یہ قیمتی سرمایہ محفوظ رہ سکے۔ چند خطوط جو دستیاب ہو سکے۔

مکتوب (۱)

باسمہ تعالیٰ

عزیزم مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ آپ کی صحت وعافیت کے لیے دعا گو ہوں۔ صحت کے بعد امید ہے کہ مزاج کا چڑچڑاپن بھی کم ہو جائے گا یہ طبعی بات ہے کہ طبیعت پر کنٹرول کرنا ہی اس کا علاج ہے۔ میں تو کسی قابل نہیں ہوں بزرگوں کی شفقت ہے اسی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ پہلے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ نے عنایت فرمائی تھی اب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم کی شفقت وعنایات کا ظہور ہو رہا ہے۔ نہ اس وقت اس کے لائق تھا نہ اب ہوں بس حکم کی تعمیل کر دیتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ والسلام

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ ساہیوال ضلع سرگودھا

۱۱ر شوال المکرّم ۱۳۹۳ھ

مولانا سید عبدالملک ترمذی

مدینہ منورہ تاریخ کے آئینہ میں

مدینہ منورہ کا محل وقوع: مدینہ منورہ سعودی عرب کے مغربی درمیانی حصہ میں واقع ہے ،اورسطح سمندر سے اس کی بلندی چھ سوپچیس میٹر ہے ۔مکہ مکرمہ سے اس کا فاصلہ ۴۳۰ کلومیٹر بجانب شمال ہے۔

موسم: مدینہ منورہ کا موسم صحراوی اورخشک ہے ، یہاں کا ٹمپریچر تقریباً موسم گرما میں 30-50 کے درمیان رہتا ہےاور موسم سرما میں 10-25 ڈگری کے درمیان ہوتا ہے۔

آبادی: مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب تھا۔طوفان نوح کے بعد پانچویں یا چھٹی نسل کے لوگ سب سے پہلے یہاں آ کرآباد ہوئے۔عرب کے دیگر مختلف علاقوں سے بھی لوگ انفرادی واجتماعی طور پر یہاں آتے اور بستے گئے۔سن 589 قبل مسیح میں بابل کے فرمانروا بخت نصر نے یہود کونکالاتوان میں کچھ نے وہاں سے بھاگ کر یثرب میں پناہ لی۔اس کے بعد یہودیوں کے بعض دیگر قبائل نے دوسری صدی عیسوی میں یہاں آ کر بودوباش اختیار کی جن کے مشہور قبائل بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع تھے۔اس کے بعداوس وخزرج یمن سے یہاں آ کر آباد ہوئے۔اسلام سے پہلے یہاں کے باشندوں کی تعداد بارہ اور پندرہ ہزار کے درمیان تھی۔

مکہ مکرمہ سے جب مسلمانو ں نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو یہاں کی آبادی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔آبادی میں کمی بیشی ہوتی رہی ،مسلمان اجتماعی اورانفرادی طور پر مکہ مکرمہ اوردیہاتوں سے آ کر یہاں آباد ہوتے گئےاوراکثر یہود کونکال دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ایام میں مردم شماری ہوئی تو یہاں کی آبادی تیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔

موجودہ سعودی دور کے آغاز ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۵ء میں یہاں کی آبادی میں بتدریج

اضافہ ہوا، چنانچہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں یہاں کی آبادی ۳۷ ہزار افراد پر مشتمل تھی۔

۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں چھ لاکھ آٹھ ہزار افراد پر مشتمل آبادی ریکارڈ کی گئی۔

۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء میں یہ تعداد نو لاکھ کے قریب تھی۔

۲۰۰۴ء کی مردم شماری کے مطابق یہ تعداد ۹۸۸۹۸۹ تک پہنچ گئی۔

مدینہ اور اس کے بانی: مدینہ منورہ کے تاریخ نگاروں کی رائے ہے کہ اس شہر کو جس نے بسایا اس کا نام یثرب تھا۔ جو حضرت نوح علیہ السلام کے پوتوں میں چھٹی یا آٹھویں نسل سے تھا، اس کا قبیلہ عبیل نام سے معروف تھا۔ زمانہ کے گزرنے کے ساتھ لوگوں نے انفرادی واجتماعی طور پر اس بستی کا رخ کیا۔ قوم عمالیق کے لوگ بھی آئے جنہوں نے اس بستی کو زراعتی بستی بنایا اور کامیاب طریقہ پر کاشتکاری کی۔

سن ۱۳۲ء میں یہاں تین یہودی قبائل بنوقریظہ، بنونظیر اور بنوقینقاع پہنچے۔ یہ یہود زیادہ تر زراعت سے وابستہ ہوئے، تاہم بعض نے وہی پیشے اختیار کئے جن سے وہ وابستہ اور واقف تھے۔

قبیلہ اوس وخزرج سد مأرب کی تباہی کے بعد ملک یمن سے ہجرت کر کے جب یہاں پہنچے تو یثرب کے غیر آباد علاقہ کو انہوں نے اپنا مسکن بنایا۔ ادھر یہود کو ایسے افراد کی ضرورت تھی جن کو وہ اپنے زراعتی کاموں میں استعمال کر سکیں چنانچہ یہود نے ان قبائل کے افراد کو اپنی کاشت کاری کے کام میں استعمال کیا۔

عہد نبوی: جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تو بڑی اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس بستی کا نام یثرب سے مدینہ ہو گیا۔ اوس وخزرج قبیلوں کے مابین عرصہ سے جو عداوت ودشمنی چلی آرہی تھی وہ محبت واخوت میں بدل گئی، دونوں ہی قبیلوں نے مہاجرین کو اپنا بھائی بنالیا۔ یہود میں سے بعض نے اسلام کو قبول کرلیا اور باقی یہود نے اپنے مذہب پر رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے موافقت کے ساتھ رہنے کا عہد کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ایک قافلہ کا تعاقب کرنا چاہا اس لیے کہ قریش نے بعض مہاجرین کے ساتھ ظلم وزیادتی کی اوران کی املاک واموال کونشانہ بنایا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے طے فرمایا کہ قریش کے تجارتی قافلہ کا راستہ روک لیا جائے تا کہ اس سے ان کی طاقت وقوت پر ضرب لگے اور وہ کمزور پڑ جائیں۔ اہل مکہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے نکل کھڑے ہوئے اوراس طرح مسلمانوں کا مقابلہ کفار قریش سے بدر کے مقام پر ہوا، یہ جگہ مدینہ منورہ سے ۱۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ جنگ ۲ ہجری مطابق ۶۲۳ ء میں ہوئی، اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی جس سے سرزمین عرب میں مسلمانوں کو کچھ مقام ملا مگر قریش کی انتقامی آگ نہ بجھ سکی اوراس جنگ میں شکست نے ان کے اندر آگ کے شعلے مزید بھڑکا دیے چنانچہ مدینہ منورہ آ کر انھوں نے دو جنگیں اور لڑیں۔

پہلی جنگ احد کی ہوئی جو سن ۳ ہجری مطابق ۶۲۳ ء میں پیش آئی۔ دوسری جنگ خندق کہلائی جو سن ۵ھ/۶۲۴ ء میں لڑی گئی، مگر ان دونوں جنگوں میں بھی کفار قریش کی دلی آرزو پوری نہ ہوسکی۔ ادھر یہودیوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ کئی مرتبہ غداری کی جس کے نتیجہ میں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنوقینقاع اور بنونظیر کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا اور بنوقریظہ قتل کئے گئے کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ غزوۂ خندق کے موقع پر ان کی غداری نہایت سنگین تھی۔

اس کے بعد غزوات اور سرایہ کا سلسلہ شروع ہوگیا اور حجاز ونجد اور اوران کے علاقوں میں بہت سی جنگیں ہوئیں جن میں مسلمانوں کو ہی فتح نصیب ہوئی، یہاں تک کہ سن ۸ھ ۶۳۰ ء میں جنگوں کا یہ سلسلہ فتح مکہ پر اپنے اختتام کو پہنچا اوراس کے بعد مدینہ منورہ کو مرکزیت حاصل ہوئی، سارے جزیرۃ العرب سے عربوں کے قافلے آتے رہے اور برضا ورغبت حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے۔

ماہ ربیع الاول ۱۰ ھ مطابق ۶۳۲ ء میں آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام پر حملہ کے لیے ایک لشکر کی تیاری کا حکم فرمایا۔ ابھی لشکر نکلنے بھی نہ پایا تھا کہ

آپ ﷺ بیمار ہو گئے اور بیماری میں شدت آتی گئی ، بالآخر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے رب کریم سے جا ملے،انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔آپ ﷺ کی وفات سے مدینہ منورہ کی رونق و بہار جاتی رہی جو اس کو پھر کبھی میسر نہ ہو گی۔

مدینہ منورہ کے نام : مدینہ منورہ کے متعدد نام ہیں جن سے اس بابرکت شہر کی بلند شان کا اظہار ہوتا ہے۔بعض مؤرخین نے اس کے سو سے زیادہ نام شمار کیے ہیں۔

آثار صحیحہ میں اس کے پانچ نام آئے ہیں جن میں کوئی اختلاف نہیں ہے:

(۱)یثرب ۔ یہ اس شہر کا زمانہ جاہلیت کا نام ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس نام کو تبدیل فرما دیا اور اسلام کے یہاں آجانے کے بعد اس نام کے استعمال سے منع فرما دیا۔

(۲)المدینہ ۔ یہ وہ نام ہے جو ہجرت کے بعد سے مشہور ہوا۔قرآن کریم اور متعدد احادیث شریفہ میں یہ نام وارد ہوا ہے۔

(۳)طابہ۔

(۴)طیبہ ۔ یہ دونوں نام اس شہر کے رسول اللہ ﷺ نے رکھے۔

(۵)الدار ۔ یہ نام قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:والذین تبوء الدار والایمان ۔(الحشر:۹)

مدینہ منورہ کے فضائل: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور اس کے لیے دعا کی میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں ،جس طرح ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا، میں مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں یہاں کے مد میں اس کے صاع میں برکت ہو،جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی ۔(البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بلاشبہ ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ کر آ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں آ جاتا ہے''۔(البخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس سے ہو سکے کہ اس کی مدینہ میں وفات ہو تو وہ کوشش کرے کہ مدینہ ہی میں اس کی وفات ہو، اس لیے کہ جس کی وفات مدینہ میں ہوگی میں اس کی شفاعت کروں گا''(ترمذی)

مدینہ منورہ کی حرمت: مدینہ منورہ کی حرت مکہ مکرمہ کی طرح ہے۔اور یہ دونوں شہر اپنی حرمت کی وجہ سے دوسرے شہروں سے ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔

احادیث شریفہ میں مدینہ کے حرم کی حدود متعین کر دی گئی ہیں، چنانچہ اس کی حد ثور پہاڑ (جو احد پہاڑ کے شمال میں ہے) سے شروع ہو کر جنوب میں عیَر پہاڑ تک چلی گئی ہے اور مشرق میں حرہ واقم سے شروع ہو کر مغرب میں حرۃ الوبرۃ تک حرم کی حد ہے۔

وہ مقامات جن کی زیارت کی نبی کریم ﷺ نے ترغیب دی ہے

مدینہ طیبہ میں کچھ مقامات ایسے ہیں جن کی زیارت کی رسول اللہ ﷺ نے ترغیب فرمائی۔یہ مقامات درج ذیل ہیں:

(۱)مسجد نبوی شریف (۲)مسجد قباء(۳)بقیع الغرقد (۴)شہداء احد کے مزارات۔

مسجد نبوی شریف

یہ مدینہ منورہ کی اہم تاریخی اور فضیلت کی حامل مسجد ہے، جس کی تعمیر اس جگہ پر ہوئی جہاں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی، جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تین مساجد ایسی ہیں جن کے لیے سفر کرنا مستحب ہے۔ایک مسجد حرام، دوسری میری مسجد، تیسری مسجد اقصیٰ''۔(البخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک ہزار گنا زیادہ ہے، بجز مسجد حرام کے''۔(البخاری)

مسجد نبوی کی تاریخ: سلطان عبدالمجید عثمانی کے دور سن ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں مسجد نبوی شریف کی تعمیر نو ہوئی، اور شمالی سمت میں تقریباً ۱۲۹۳ میٹر رقبہ کا اضافہ کیا گیا۔

اس کے بعد ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۰ء میں شاہ عبدالعزیز نے مسجد نبوی کی دیواروں اور مشرقی مغربی اور شمالی دالانوں کی نئی تعمیر کرائی۔ نیز تقریباً چھ ہزار چوبیس مربع میٹر کا اضافہ کیا گیا اور جنوبی حصہ میں ترمیم واصلاحی کام کرایا گیا۔

خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۴ء میں مسجد نبوی کی سب سے بڑی توسیع کا حکم دیا۔ اس کی تکمیل میں دس سال کا طویل عرصہ لگا۔ اس کی عمارت میں بیاسی ہزار مربع میٹر رقبہ کا اضافہ کیا گیا جس کے بعد مسقّف حصہ کی پیمائش ۹۸۳۲۷ مربع میٹر تک پہنچ گئی مسجد کے باہر چاروں جانب صحن بنائے گئے، جن کی پیمائش کو ملا کر مسجد نبوی کا کل رقبہ چار لاکھ تین سو ستائیس مربع میٹر ہو گیا، اس طرح مسجد نبوی شریف موجودہ شکل میں ایک نادر روزگار تعمیر ہے جو اپنی مثال آپ ہے، اب اس میں تقریباً دس لاکھ افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مسجد نبوی میں تاریخی آثار

حجرۂ شریفہ: یہ وہ مبارک کمرہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہائش پذیر تھے، یہ مسجد نبوی کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اس کی تعمیر بھی مسجد نبوی کے ساتھ ہی عمل میں آئی، تعمیر میں مٹی، کچی اینٹ، کھجور کی شاخیں وغیرہ استعمال کی گئیں، اس کی پیمائش ۵x۳/۵۰م سے زائد نہ تھی۔ اس کا ایک دروازہ تھا جو غالباً عرعر یا سال کی لکڑی کا تھا، یہ دروازہ ریاض الجنۃ کی سمت کھلتا تھا۔

آپ ﷺ کی وفات اسی کمرہ میں ہوئی اور اسی کی قبلہ والی سمت میں آپ ﷺ کی

تدفین عمل میں آئی، کمرہ کے شمالی حصہ میں حضرت عائشہ رہتی رہیں۔

پھر جب حضرت عائشہ کے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آپ کی قبر رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر سے تقریباً ایک فٹ پیچھے بنائی گئی اس طرح سے کہ حضرت ابوبکر کا سر رسول اللہ ﷺ کے کاندھے کے برابر میں ہوا۔اس کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آپ کو بھی اسی حجرہ شریفہ میں حضرت ابوبکر کے پیچھے ایک فٹ کے فاصلہ سے دفن کیا گیا اوران کا سر بھی حضرت ابوبکر کے کاندھے کے برابر ہوا۔

ان قبروں کے باوجود حضرت عائشہ حجرہ کے شمالی حصہ میں تاحیات رہتی رہیں، البتہ قبروں اوراپنی رہائش کے درمیان ایک پردہ لٹکا رکھا تھا۔پھر جب حضرت عائشہ کی وفات ہوگئی تو آپ کو بقیع میں دفن کردیا گیا اور حجرہ شریفہ میں صرف قبور باقی رہ گئیں اور حضرت عائشہ والا حصہ خالی ہوگیا۔

ریاض الجنۃ (جنت کا باغیچہ)

یہ وہ مبارک جگہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے گھر سے منبر شریف کے درمیان میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے'' (بخاری)

اس کی پیمائش تقریباً ۳۳۰ م۲ ہے۔اسی ریاض الجنہ کے مغربی کونہ پر منبر شریف ہے جس میں بہت سے ستون ہیں۔جن میں سے بعض کے متعلق اہم واقعات وابستہ ہیں جن کی تفصیلات احادیث وسیر وتاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔مثلاً ستون عائشہ، ستون وفود، ستون توبہ، ستون مخلقہ، ستون سریر، ستون حرس وغیرہ۔

مسجد نبوی کی محرابیں: اس وقت مسجد نبوی میں پانچ محرابیں ہیں۔

(۱) محراب نبوی: یہ ریاض الجنہ میں واقع ہے، اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس جگہ پر بنوایا، جہاں رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امامت فرماتے تھے۔تحویل قبلہ کے

بعد موجودہ محراب کی تاریخ ۸۸۸ھ ۱۴۸۳ء ہے جس کو سلطان اشرف قایتبائی نے بنوایا تھا۔

(۲) محراب عثمانی: یہ محراب مسجد کے آگے والے حصہ میں قبلہ والی دیوار میں ہے۔ اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس جگہ بنوایا تھا، جہاں کھڑے ہو کر حضرت عثمان بن عفان مسجد نبوی کی توسیع کے بعد امامت فرماتے تھے۔

بعد میں سلطان قایتبائی نے ۸۸۸ھ ۱۴۸۳ء میں اس کی تجدید و ترمیم کرائی اور آج بھی مسجد نبوی کے امام صاحبان اسی جگہ کھڑے ہو کر امامت کراتے ہیں۔

(۳) محراب تہجد: یہ محراب اس وقت حجرہ شریفہ کی شمالی دیوار میں آگئی ہے۔ یہ محراب اس جگہ بنائی گئی ہے جہاں عموماً رسول اللہ ﷺ نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔

(۴) محراب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا: یہ محراب مقصورہ کے اندر آچکی ہے اور اس جگہ بنی ہوئی ہے جہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھا۔

(۵) محراب سلیمانی رمحراب حنفی: یہ منبر شریف کی سیدھ میں مغربی سمت تیسرے ستون کے قریب ہے، جس کو طوغان شیخ نے ۸۶۰ھ ۱۴۵۵ء میں بنوا کر اس میں امامت کے لیے حنفی مسلک کا امام منتخب کیا۔ پھر سلیمان قانونی نے ۹۳۸ھ ۱۵۳۱ء میں تجدید کرائی اور اسی کی طرف یہ محراب منسوب ہوگئی۔

منبر شریف: نبی اکرم ﷺ ایک لکڑی سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ پھر سن ۷ یا ۸ھ میں ایک منبر تیار کیا گیا جس میں تین درجے تھے اور اس کو محراب کے مغربی جانب رکھ دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے گھر اور منبر کی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہوگا''۔ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بلاشبہ میرا منبر جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ ہے''۔ (مسند الامام احمد)

مسجد قباء: یہ وہ پہلی مسجد ہے جو زمانہ اسلام میں تعمیر ہوئی جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یہاں پہنچے تو آپ ﷺ نے مسجد کی جگہ کی تعیین فرمائی اور اس کی تعمیر میں بنفس نفیس شرکت کی۔ آپ ﷺ گاہ بگاہ یہاں تشریف لے جاتے اور مسجد میں نماز ادا فرماتے۔ خصوصاً ہفتہ کے روز تشریف لے جانا آپ ﷺ کا معمول تھا۔

اس مسجد کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''جس شخص نے اپنے گھر سے وضو کر کے اس مسجد میں آ کر نماز پڑھی تو اس کو عمرہ کا ثواب ملے گا''۔ (ابن ماجہ)

قبرستان شہداء احد

مسجد نبوی شریف کے شمال میں تقریباً ۴ کلومیٹر کے فاصلہ پر یہ قبرستان واقع ہے، اس میں ستر صحابہ کرام مدفون ہیں جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے، جن میں سرفہرست آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ ہیں۔ یہ شہادت غزوہ احد میں ہوئی جو ماہ شوال ۳ھ میں پیش آیا۔ آپ ﷺ گاہ بگاہ اس مقبرہ میں تشریف لاتے اور ان شہداء کے لیے دعا فرماتے۔

مسجد جمعہ: مسجد جمعہ مسجد قباء کے شمال میں تقریباً نوسو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اس مسجد کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلا جمعہ یہیں ادا فرمایا، اس کی تجدید متعدد بار ہوئی، آخری تجدید وتوسیع ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۱ء میں تکمیل پائی۔

مسجد اجابہ (مسجد بنومعاویہ): مسجد نبوی کے شمال مشرق میں یہ مسجد ۵۸۰ میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ عہد نبوی ہی میں بنومعاویہ کے محلّہ میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس لیے انہی کے نام پر اس کا نام پڑ گیا۔ پھر مسجد اجابہ کے نام سے مشہور ہوگئی اس لیے کہ آپ ﷺ اس کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے اس میں دو رکعت نماز ادا کی اور دیر تک دعا میں مشغول رہے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں:

(۱) میں نے یہ مانگا کہ میری امت قحط سالی سے ہلاک نہ ہوتو میری یہ درخواست قبول ہوگئی۔(۲) میں نے یہ دعا کی کہ میری امت غرق ہوکر ہلاک نہ کی جائے، تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی۔(۳) میں نے یہ دعا کی کہ میری امت میں آپس میں انتشار واختلاف نہ ہو۔تو میری اس دعا کو قبول نہیں کیا گیا''۔(مسلم)

مسجد ابوذر (مسجد السجدہ): مسجد نبوی سے شمال کی سمت میں ۹۰۰ میٹر کی دوری پر یہ مسجد واقع ہے۔یہ مسجد السجدہ، مسجد الشکر وغیرہ کئی ناموں سے معروف ہے۔

مسجد شکر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اسی مسجد میں جبریل علیہ السلام نے یہ بشارت دی کہ:

''جو بھی رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائیں گے اور جو آپ ﷺ پر سلام بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر سلامتی نازل فرمائیں گے۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد میں سجدہ شکرادا فرمایا''۔(مسند احمد)

اس وقت یہ مسجد، مسجد ابوذر کے نام سے معروف ہے۔سعودی دور ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء میں اس کی توسیع نئے انداز پر نہایت اہتمام کے ساتھ ہوئی ہے۔

مسجد میقات (مسجد شجرہ): یہ مسجد وادی عقیق کے مغربی سمت میں مسجد نبوی شریف سے تقریباً ۱۲ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، اس کی پہلی تعمیر حضرت عمر بن عبدالعزیز ۸۷۔۹۳ھ ۷۰۶۔۷۱۲ء کے عہد امارت میں انجام پائی۔

بعد کی صدیوں میں متعدد بار اس کی تجدید ہوتی رہی۔سب سے آخری توسیع خادم حرمین شریفین شاہ فہد کے دور میں ہوئی، جس میں اس کے رقبہ میں کئی گنا اضافہ کیا گیا۔مسجد سے متعلق ضروری اشیاء کی تعمیر بھی کی گئی، چنانچہ اس کی موجودہ پیائش کا رقبہ ۶۰۰۰ مربع میٹر ہے۔

مسجد قبلتین: یہ بھی ایک تاریخی مسجد ہے جو قبیلہ بنو سلمی خزرجی کے علاقہ میں تھی۔اس کی دوری مسجد نبوی سے بجانب شمال مغرب میں پانچ کلومیٹر ہے۔

قبلتین کی وجہ تسمیہ: ایک روایت میں ہے کہ: اس مسجد میں صحابہ کرام نے ایک نماز دو قبلوں کی طرف رخ کر کے پڑھی۔

کیونکہ جس وقت تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی اس وقت صحابہ کرام اس مسجد میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے چنانچہ انہوں نے نماز کے اندر ہی اپنا رخ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف کر لیا۔ اس لیے اس مسجد کو قبلتین (دو قبلوں والی مسجد) کہا جاتا ہے۔ اس کی تجدید متعدد بار ہوئی۔ آخر میں خادم حرمین شریفین شاہ فہد کے عہد ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء میں اس کی توسیع و تجدید ہوئی، دو منزلہ عمارت تعمیر کی گئی۔

مسجد رایہ (ذباب): یہ مسجد ایک چھوٹی سی پہاڑی ذباب پر واقع ہے۔ یہ پہاڑی سلع پہاڑ کے نزدیک ہی شمال کی جانب ہے۔ اس پر تعمیر شدہ مسجد کو رایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ اس پہاڑی پر رسول اللہ ﷺ کے لیے غزوہ خندق کے موقع پر خیمہ نصب کیا گیا تھا۔

یہ مسجد عمر بن عبدالعزیز کے دور ۸۷۔۹۳ھ/۷۰۶۔۷۱۲ء میں تعمیر ہوئی۔ اس کی شکل بھی چوکور ہے، پیمائش صرف ۶۱ میٹر ہے اور اونچائی پانچ میٹر۔ سعودی وزارت اوقات نے اس کو اپنی قدیم شکل پر باقی رکھا ہوا ہے۔

مسجد ابوبکر صدیق: مسجد ابوبکر مسجد نبوی کے بیرونی صحن سے جنوب مغرب میں ۱۰۰ میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اس کے متعلق یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ پر عید کی نماز ادا فرمائی تھی۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے بھی اپنے دور خلافت میں اس جگہ نماز عید ادا کی جس کی وجہ سے اس کا نام مسجد ابوبکر صدیق پڑ گیا۔ اس کی تعمیر اول حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد (۸۷۔۹۳ھ/۷۰۶۔۷۱۲ء) میں ہوئی۔

اس کے بعد سلطان عثمانی محمود ثانی نے ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء میں اس کی تجدید کرائی۔

یہ مربع شکل کی ہے اور اس کا طول ۹ میٹر ہے، ہلکے کالے رنگ کے پتھر سے تعمیر شدہ ہے۔

مسجد عمر بن الخطاب: مسجد ابوبکر سے جنوبی سمت میں یہ مسجد واقع ہے، دونوں کے

درمیان کا فاصلہ تقریباً ۲۰۰ میٹر ہے۔اس کی تعمیر شمس الدین محمد بن احمد السلاوی نے سن ۸۵۰ھ/۱۴۴۶ء میں کرائی۔اس کے محل وقوع کے بارہ میں بھی خیال کیا جاتا ہے کہ یہاں پر بھی رسول اللہ ﷺ نے نماز عید ادا فرمائی تھی۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق نے اپنے دورِ خلافت میں بھی اس جگہ نماز عید ادا فرمائی۔اسی نسبت سے اس مسجد کو مسجد عمر کہا جاتا ہے۔اس کی تجدید عثمانی فرمانروا سلطان محمود ثانی نے سن ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء میں کرائی۔پھر سلطان کے بیٹے سلطان عبد المجید اول نے ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء میں تجدیدی کام کرایا۔مسجد مربع شکل کی ہے جس کا طول تقریباً ۸ میٹر ہے۔

مسجد عثمان بن عفان: یہ مسجد نبوی کے جنوب مغرب میں چار سو پچاس میٹر کی دوری پر واقع ہے۔یہ مسجد قریبی زمانہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء میں بنی ہے،اس مسجد کی پیمائش ۲۴x۱۶م ہے۔

مسجد علی بن ابی طالب: یہ مسجد غمامہ کے شمال مغرب میں تقریباً ۳۰۰ میٹر کی دوری پر واقع ہے۔روایت ہے کہ یہاں پر بھی رسول اللہ ﷺ نے عید کی نماز ادا فرمائی تھی۔حضرت علی نے بھی اسی جگہ عید کی نماز ادا فرمائی۔سب سے پہلے اس کی تعمیر حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں ۸۶۔۹۳ھ/۷۰۶۔۷۱۲ء میں ہوئی۔اس کی متعدد مرتبہ تجدید ہوئی،آخری تجدید ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء میں انجام پائی۔

مساجد فتح: سلع پہاڑ کی مغربی سمت میں مختلف زمانوں میں ۶ چھوٹی چھوٹی مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ان سب کی پیمائش تقریباً برابر ہی ہے۔ان سب کا ذکر مدینہ منورہ کی تاریخ پر لکھی جانے والی قدیم کتابوں میں مساجد فتح کے نام سے اس وقت یہ مساجد سبعہ (سات مساجد) کے نام سے معروف ہیں۔ان میں سب سے زیادہ مشہور مسجد فتح ہے جو اس جگہ پر بنائی گئی ہے جہاں غزوہ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا خیمہ لگایا گیا تھا۔اور آپ ﷺ نے تین تک اسی جگہ پر حملہ آور کفار کے لیے بد دعا کی تھی اور آپ ﷺ کی بد دعا قبول ہوئی (مسند احمد) یہ مسجد عمر بن عبد العزیز کے دور میں بنی اور متعدد بار اس کی تجدید ہوئی۔آخر میں

خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے عہد میں اس کا تجدیدی کام ہوا۔اس کا طول ۳.۵x۸.۵ میٹر ہے۔صحن کھلا ہے،جس کا طول ۸.۵x۶.۵ میٹر ہے۔اس کے چند گز کے فاصلہ پر ہی سے بقیہ مساجد تھوڑی دوری پر واقع ہیں۔جن کے نام اس طرح ہیں:

مسجد سلمان فارسی۔اس کی نسبت صحابی رسول ﷺ حضرت سلمان فارسی سے ہے۔انہی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔یہ مسجد پہاڑ کے ابتدائی حصہ میں ہے۔اس سے متصل ہی مسجد ابوبکر صدیق ہے۔پھر مسجد عمر بن الخطاب ہے۔اس سے ذرا فاصلہ پر مسجد علی اور اس کے نزدیک ہی مسجد فاطمہ یا مسجد سعد بن معاذ ہے۔

ثقیفہ بنوساعدہ: مسجد نبوی سے شمال مغرب میں یہ تاریخی مقام واقع ہے۔یہ سلع پہاڑ کی جنوبی سمت میں ہے۔پہلے تو یہ ایک لمبی چھت دار سائبان تھا جس کی تین سمتوں میں دیواریں تھیں البتہ چوتھی سمت کھلی ہوئی تھی۔

یہ جگہ اس لیے مشہور ہوئی کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام یہاں جمع ہوئے تھے،اور اسی جگہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت لی گئی،بعد میں اس سائبان کو ایک عمارت کی شکل دیدی گئی۔

ثنیۃ الوداع: ثنیۃ اس راستہ کو کہا جاتا ہے جو پہاڑ کی طرف جاتا ہو۔یا وہ راستہ جو پہاڑوں سے ہو کر گزرتا ہو۔یعنی پہاڑی راستہ۔

اصطلاح عرب میں ثنیۃ اس جگہ کو کہتے ہیں جو جگہ آبادی سے باہر ہوتی ہے۔اور وہاں تک پہنچ کر کسی مہمان کو رخصت کیا جاتا ہے،یا کسی آنے والے کا استقبال کیا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ میں ثنیات کئی ہیں جن میں سے مشہور تین ہیں:

(۱) محلّہ شامیہ کی ثنیۃ الوداع ہے جو سب سے زیادہ مشہور ہے۔مسجد نبوی سے اس کی دوری ایک کلومیٹر سے کم ہی ہے۔

(۲) یہ ثنیۃ مدینہ منورہ کے جنوب میں قباء کو جاتے وقت پرانے قلعہ سے شمال

مشرق میں ہے۔ یہ مسجد جمعہ سے قریب ہے اور مسجد نبوی سے تقریباً تین کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ جو شخص بھی مکہ مکرمہ جانا چاہتا وہ یہاں سے ہو کر گزرتا۔

(۳) یہ ثنیۃ پرانے مکہ و بدر روڈ پر ہے۔ یہ ان سیڑھیوں کے پاس ہے جہاں سے بئر عروہ کو اترتے ہیں۔ اس طرف سے جو مکہ مکرمہ کو جاتا وہ یہاں سے ہو کر گزرتا۔

جرف: یہ مقام مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اور مسجد نبوی سے تقریباً سات کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ وادی عقیق (نہر) یہیں سے ہو کر گزرتی ہے۔ اس وقت یہ مدینہ منورہ کی آبادی کا ایک حصہ ہے۔ اس کا ذکر بہت سی احادیث شریفہ اور روایات میں وارد ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت اسامہ کی قیادت میں جو لشکر شام کی جانب رومیوں پر حملہ کے لیے بھیجنے کا حکم فرمایا تھا وہ یہیں لنگر انداز تھا۔

جب فرشتے دجال کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے روک دیں گے تو وہ مقام جرف ہی میں اپنا پڑاؤ ڈالے گا۔ (مسلم)

حمراء الاسد: یہ ایک جگہ ہے جو مدینہ سے جنوب مغرب میں مسجد نبوی سے سولہ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ یہ جبل عیر کا کونہ ہے۔ دونوں کے درمیان وادی عقیق حد فاصل ہے۔ یہ جگہ اس لیے مشہور ہوئی کہ غزوہ احد سے فارغ ہو کر جب آپ ﷺ کفار کے تعاقب میں تشریف لے گئے تو یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا اور تین دن قیام فرمایا۔

الغابہ: یہ مدینہ کے شمال میں پست علاقہ ہے، اس میں وادیاں اور تالاب ہیں۔

اسی علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیاں چر رہی تھیں کہ عیینہ بن حصن فرازی شخص غطفان کے لوگوں کے ساتھ ۶ ھ میں اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گیا اور ان کی چرواہی پر مامور شخص کو قتل کر دیا۔ پتہ چلنے پر مسلمانوں نے ان کا پیچھا کر کے جانوروں کو ان سے چھڑا لیا، اس واقعہ کو غزوہ غابہ یا غزوہ ذی قرد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جبل احد: مدینہ منورہ کے اہم آثار میں سے احد پہاڑ ہے۔ یہ مسجد نبوی کے شمال میں

ساڑھے چار کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔اس کی لمبائی ۸کلومیٹر اور عرض دو سے تین کلومیٹر کے درمیان ہے۔اس کی سب سے بلند چوٹی ۳۰۰ میٹر ہے۔اس پہاڑ سے مسلمانوں کو گہری عقیدت ہے،اسی کے دامن میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان مشہور غزوہ احد ۳ھ میں پیش آیا تھا۔

اس پہاڑ کی فضیلت میں کئی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں چنانچہ امام بخاری نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں''۔

جبل عینین (رماۃ پہاڑی): یہ پہاڑی جبل احد کے جنوب مغرب میں نزدیک ہی واقع ہے۔احد کا معرکہ اسی جگہ پیش آیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے تیراندازوں کو معرکہ سے قبل ہی یہاں متعین کر دیا تھا تا کہ مسلمانوں کی پشت کی جانب سے حفاظت کریں۔اس پہاڑی کی لمبائی ۱۸۰ میٹر ہے اور چوڑائی ۴۰ میٹر ہے۔اسی کے نیچے سے وادی قناۃ نکلی ہے۔پہاڑی کی بلندی کم ہی ہے۔عثمانی دور میں یہاں ایک چھوٹی سی مسجد بنادی گئی تھی اور کچھ مکانات بھی بن گئے تھے،بعد میں ان سب کو ختم کر دیا گیا۔

جبل عیر: یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔مسجد نبوی سے اس کا فاصلہ ۸کلومیٹر ہے۔اس کا طول ۲۰۰۰ میٹر اور عرض ۷۰ میٹر ہے۔سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ۹۵۵ میٹر ہے۔اس کی کوئی چوٹی نہیں بلکہ اوپر کا حصہ ہموار ہے،اسی لیے اس کو گدھے کی پشت سے تشبیہاً عیر کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کو مدینہ کی حد قرار دیا ہے،چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مدینہ عیر اور ثور کے درمیان حرم ہے''۔(بخاری)

جبل سلع: یہ پہاڑ مسجد نبوی کی مغربی سمت میں تقریباً ۵۰۰ میٹر کی دوری پر واقع ہے۔اس کا طول ۱۰۰۰ میٹر اور عرض ۳۰۰ سے ۸۰۰ میٹر کے درمیان ہے۔اس کی بلندی ۸۰ میٹر ہے،اس کے بعض چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مشرقی و مغربی سمت میں نکلے ہوئے ہیں۔

اس پہاڑ کی بھی ایک تاریخی حیثیت ہے، چنانچہ اس کے مغربی دامن میں غزوہ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ نیز اسی کے دامن میں صحابہ کرام کے بھی خیمے تھے۔

جبل ثور: یہ ایک بہت چھوٹی سی پہاڑی ہے جو احد پہاڑ کے پیچھے شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہ گول ہے اور رنگ مائل بہ سرخی ہے۔ یہی شمال میں حرم مدینہ منورہ کی حد ہے۔

وادی عقیق: مدینہ منورہ کی مشہور وادیوں میں سے وادی عقیق ہے۔ جو مدینہ کے مغرب سے گزرتی ہوئی جبل عیر کے شمال کی طرف جاتی ہے۔ اور مشرق میں تقریباً دو میل گزرتی ہوئی قبلتین کے علاقہ میں وادی بطحان سے مل جاتی ہے۔ پھر شمال کے مشرقی کونے سے ہوتی ہوئی مکمل شمال میں ہو کر وادی قناۃ سے مل جاتی ہے۔

اس وادی کی فضیلت میں کئی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ میں نے وادی عقیق میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''آج رات میرے پاس میرے رب کی جانب سے آنے والا (فرشتہ) آیا، اور اس نے کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھو''۔ (بخاری)

آج بھی یہ وادی بارش ہونے سے جاری ہو جاتی ہے۔

وادی بطحان: مدینہ منورہ کی بڑی وادیوں میں سے ایک وادی بطحان نامی ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی نالیوں سے مل کر ایک بڑی وادی کی شکل میں تبدیل ہوئی ہے۔ جن میں سے بعض نالیاں یہ ہیں:

(۱) رانوناء۔ یہ مدینہ کے جنوب میں واقع ہے۔

(۲/مذینیب ۳/مھزور) یہ دونوں نالیاں مدینہ کے مشرق سے آتی ہیں۔ اور مسجد نبوی کے شمال مغرب میں سیح کے علاقہ سے ہوتے ہوئے جبل سلع کے مغرب تک پہنچتی ہیں، اور تھوڑے ٹیڑھے پن کے ساتھ زغابہ کے علاقہ میں مجمع الاسیال میں مل جاتی ہیں۔

بطحان وادی کی فضیلت میں متعدد حدیثیں آئی ہیں، چنانچہ ایک حدیث شریف میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

''بطحان جنت کی نہروں میں سے ایک نہر کا دہانہ ہے''۔ (بخاری)

وادی رانوناء: یہ وادی مدینہ منورہ کے شمال میں ایک پہاڑ کی گھاٹی سے شروع ہوتی ہے اور شمال کا رخ کرتے ہوئے محلّہ قباء اور اس کے باغوں میں سے گزرتی ہوئی قربان علاقہ سے ہوکر مغرب میں وادی بطحان کے نالے میں گر جاتی ہے۔

وادی قناۃ (الشظا): یہ بھی مدینہ کی بڑی وادیوں میں سے ایک ہے۔ مدینہ کے شمال مشرق سے یہ مدینہ میں آتی ہے اور احد پہاڑ کے جنوب سے مغرب کو ہوتی ہوئی تھوڑی سی شمال کو مڑ کر مجمع الاسیال کے مقام پر وادی عقیق سے جاملتی ہے۔

مدینہ منورہ میں زراعت وکاشتکاری: مدینہ منورہ شاداب علاقہ ہے، یہاں پانی کی فراوانی ہے، قدیم زمانہ ہی سے یہاں کے باشندوں کا پیشہ زراعت رہا ہے۔ چنانچہ کھجوروں کی کاشت اور انگوروں کے باغات اور سبزیوں کی پیداوار میں یہ شہر مشہور ہے۔ عہد نبوی میں زراعت کے پیشہ نے خوب ترقی کی۔ مہاجرین میں سے بہت سے افراد نے زراعت کے پیشہ کو اختیار کیا۔

بنوامیہ کے عہد میں مدینہ منورہ کی ہر چہار سمت میں نئے نئے باغات اور کاشت کے کھیت بن گئے۔ عباسی دور میں چونکہ مدینہ کے بہت سے لوگ ہجرت کر گئے تھے اس لیے کاشت کاری میں تھوڑا اتار چڑھاؤ رہا۔

سعودی عہد میں زراعتی میدان میں نئے تجربات سے فائدہ اٹھایا گیا اور اس میدان میں کام کرنے کے لیے دنیا کے مختلف ممالک سے مزدور لائے گئے جس سے پیداوار میں خوب اضافہ ہوا، تازہ سبزیوں کی کثرت ہوئی اور پھل بھی وافر مقدار میں پیدا ہوئے، کھجوروں کی مختلف قسمیں بھی مارکیٹ میں آنے لگیں۔

مدینہ منورہ کے تجارتی احوال: مدینہ منورہ میں زراعت کے بعد دوسرا ذریعہ معاش تجارت تھا۔تجارتی سفر کا رخ ملک شام اور ملک یمن تھا۔ یہ سفر عموماً ایسے وقت میں ہوتا تھا جس میں زراعت میں مشغولیت نہیں ہوتی تھی ۔اس تجارتی سفر سے اشیاء کا آپس میں تبادلہ ہوتا تھا۔

مدینہ منورہ کے چہار اطراف میں پرانے زمانہ ہی سے کئی بازار تھے، چنانچہ علاقہ جرف میں بازار تھا۔ایک حباشہ بازار تھا،ایک بازار سوق صفاصف یا عصبہ کے نام سے معروف تھا۔ایک بازار کا نام مزاحم تھا،مسلمان مہاجرین جب ہجرت کر کے یہاں آئے جن میں سے اکثریت تاجر پیشہ حضرات کی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے مسجد نبوی کے مغرب میں بازار کے لیے جگہ کی تعیین فرمائی ،آگے چل کر یہی بازار سوق مناخۃ کے نام سے مشہور ہوا اور مدینہ منورہ کا مرکزی بازار بن گیا اور صدیوں قائم رہا۔

عہد نبوی کے آخری دور اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں تجارت میں خوب پیش رفت ہوئی چنانچہ بعض تجارتی قافلے اتنے بڑے ہوتے کہ ان کا سامان تجارت ایک ہزار اونٹوں پر لدا ہوتا تھا۔ یہ قافلے مدینہ منورہ میں کپڑے تیل گیہوں،عطر، جواہرات، ہتھیار اور آٹا وغیرہ لے کر آتے اور یہاں سے کھجور، جو،اور بعض گھریلو برتن لے کر دوسرے علاقوں کو سپلائی کرتے تھے، بنوامیہ کے دور میں اگرچہ حکومت کا پایہ سلطنت مدینہ منورہ سے دمشق منتقل ہو گیا تھا، تاہم تجارت کی وہی پہلے جیسی سرگرمیاں رہیں، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا اور ہندوستان، فارس، بخاریٰ و مصر تک مدینہ منورہ کا سامان منتقل ہوا۔اسی طرح زائرین کی آمد سے بھی مدینہ کو فائدہ پہنچا۔عباسی حکومت کے زمانہ میں مدینہ منورہ کی تجارت ماند پڑ گئی اس لیے کہ امن وامان کا فقدان رہا اور فتنے برپا ہوئے اور حالات خراب ہی رہے۔

عصر حاضر کے آغاز میں اس شہر نے پھر تجارتی میدان میں زبردست ترقی کی، جب ریل گاڑی کی سہولت میسر ہوئی اور دنیا کے کونہ کونہ سے استنبول اور دمشق کے راستہ

سے سامان کی آمد آمد ہوئی لیکن جب پہلی عالمی جنگ چھڑی اور شریف حسین کی بغاوت ہوئی تو پھر تجارت میں کساد بازاری آئی، حتیٰ کہ ریل گاڑی بھی رک گئی اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا گیا، جس کی وجہ سے اکثر باشندے ہجرت کر گئے ،اس کے بعد جب سعودی دور آیا تو پھر رفتہ رفتہ حالات سازگار ہوئے ،گاڑیوں کی آمد ہوئی ، راستے بنے اور مدینہ ترقی کی راہ پر گامزن ہونے لگا، جس کی وجہ سے نئے نئے بازار شروع ہوئے ، مارکیٹس بنیں۔ اس ترقی میں امن وامان کو بڑا دخل رہا،اس کے بعد وہ وقت آیا جب سعودی حکومت میں تیل کے ذخائر دریافت ہوئے اور پیسے کی فراوانی ہوئی تو تجارت میں خوب ترقی ہوئی ، چنانچہ صرف مدینہ منورہ میں ماہ ذی القعدہ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء تک جن لوگوں کو دوکان کھولنے کے لائسنس دیے گئے ان کی تعداد ۲۹۳۲۰ ہے۔

مدینہ منورہ کے صنعتی احوال: قدیم زمانہ ہی سے مدینہ منورہ میں اہم اور ضروری صنعت ہوتی آئی ہے جو یہاں کی ضرورت کے لیے کافی ہوتی تھی ،اور عموماً یہ صنعت انہی چیزوں کی ہوتی جن کا میٹریل یہاں دستیاب تھا، چنانچہ دروازے بنتے ،کھڑکیاں تیار ہوتیں، کلہاڑی اور نیزے بنائے جاتے ، تیر، ہانڈی پلیٹیں تیار ہوتیں۔اور اسی قسم کی دوسری اشیاء جو کاشت یا مویشی کی ضرورت میں کام آتی ہیں ، تیار کی جاتی تھیں۔اس کے علاوہ زیورات کی ڈھلائی اور بنائی کا کام بھی ہوتا تھا۔

جب نبوی دور آیا تو بعض دوسری صنعتیں بھی یہاں آئیں ،اس لیے کہ مہاجرین جہاں سے آئے وہ وہاں کی صنعت گری کا فن بھی ساتھ لائے ،چنانچہ تعمیر سازی ، کارپینٹری، ٹیلرنگ، روغن گری وغیرہ صنعتی کام بھی یہاں ہونے لگے اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں جب دوسرے ملکوں سے غلاموں کی آمد ہوئی تو ان صنعتوں میں بھی خاطر خواہ ترقی ہوئی۔پھر جب بنوامیہ کے دور میں شہر میں ترقی ہوئی تو ان صنعتوں میں بھی ترقی ہوئی اور پیشہ ور فنکار افراد کی کثرت ہوئی، جنہوں نے یہاں کی صنعت کو خوب فروغ دیا، یہ

حالات عہد عباسی کے اوائل تک رہے، پھر جب عباسی دور آیا اور مدینہ منورہ کے حالات خراب ہوئے تو صنعت پر بھی فرق پڑا اور یہاں کے امن وامان میں اختلال کے ساتھ یہ شہر صنعتی میدان میں بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس کے بعد موجودہ ترقی کے ابتدائی دور میں چھوٹی چھوٹی صنعتوں نے اپنی جگہ بنانا شروع کی مگر اس میں وہ پہلے جیسی پیش رفت نہ ہوسکی جس کی وجہ یہاں کے حالات کی خرابی رہی، عالمی جنگ کے اثرات تھے اور شہر کے حالات بھی ناسازگار تھے۔

سعودی دور آیا تو حالات نے رخ بدلنا شروع کیا اور پھر اس میدان میں حرکت آئی چھوٹے چھوٹے کارخانے کھل گئے۔ دارالایتام مدرسہ نے اپنے یہاں صنعت وحرفت کی تعلیم کے لیے مستقل شعبہ قائم کیا اور ایسا ورکشاپ تیار کیا جس کی بعض مصنوعات کے پروڈکشن سے دوسری عالمی جنگ کے زمانہ میں بہت سی مقامی ضرورتیں پوری ہوجاتی تھیں۔

اس کے بعد امن وامان اور حالات کے سازگار ہونے پر مختلف شعبہائے زندگی سے متعلق صنعت وحرفت میں خوب ترقی ہوگئی ہے۔ کھجوروں کی پیکنگ کے متعدد کارخانے کھل گئے، کیمیائی مصنوعات کے کارخانے، پلاسٹک کی مصنوعات کے کارخانے قائم ہوگئے اور مدینہ منورہ کی بڑھتی ہوئی صنعتی ترقی کے پیش نظر مستقل ایک صنعتی شہر (انڈسٹریل ایریا) آبارعلی کے علاقہ میں بنادیا گیا ہے، جہاں بہت سی فیکٹریاں اور کارخانے قائم ہیں۔

(ماخذ: تاریخ المدینۃ المنورۃ۔ وفاء الوفاء۔ الروضۃ الشریفہ۔ البدایۃ والنہایۃ)

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم

مکتوب گرامی

برادر گرامی قدر حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف؟

''الحقانیہ'' کا تازہ شمارہ وارد ہوا ادارتی کالم ابھی اختتام پذیر ہو رہا تھا کہ اختلاف قراءات پر نظر ٹھہر گئی طرز تحریر اور دلچسپ انداز گفتگو نے اپنی زلف گرہ گیر کا ایسا اسیر بنا دیا تب پرچہ رکھا جب مضمون مکمل پڑھ لیا جزاک اللہ۔ آپ نے احقاق حق کا حق ادا کر دیا' واجرکم علی اللہ۔

پرچہ رکھنے والا تھا کہ تبصروں پر نظر پڑ گئی۔ آپ ہم فقیر طالب علموں کا حوصلہ بڑھاتے ہیں تشجیعات سے سرفراز تے ہیں خدا تعالیٰ واقعۃً بھی اہلیت عطا فرماوے۔

استاذ مکرم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی رحمہ اللہ کے بارہ میں آپ کا مقالہ بہت شوق سے پڑھا۔ مجھے علم ہوتا تو ''القاسم'' کی خصوصی اشاعت کے لیے آپ کا مضمون آپ سے طلب کر لیتا۔ چلو الخیر فیما وقع۔

''القاسم'' کی خصوصی اشاعت '' سوانح حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی'' اور ''ارمغان فانی'' بھی ارسال کر رہا ہوں غرض حصول دعا ہے۔ واجرکم علی اللہ۔

والسلام

عبدالقیوم حقانی

۲۴/ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ